To get hand written assignments Call or messege

051-2285833, 0344-5515779, 03005371884

NISHAT EDUCATION PORSH ARCADE PLAZA G9 MARKAZ ISLAMABAD

سمسٹر بہار 2020ء

کورس: تاریخ برصغیر   کورس کوڈ: ۳۲۱

سطح: ایف۔اے   مشق نمبر: ۲

BS NISHAT EDUCATION

سوال نمبر ۱: درج ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ سلطان محمد تغلق کے دربار میں کتنے طبیب تھے؟

جواب: بارہ سو طبیب۔

۲۔ فیروز شاہ تغلق کے عہد میں کتنے ملازم تھے؟

جواب: ایک لاکھ اسی ہزار

0344-5515779, 03005371884,

۳۔ سلاطین کے دربار میں اہل دولت کا تعلق کس طبقے سے تھا؟

جواب: سلاطین کے دربار میں اہل دولت کا تعلق امراء کے طبقے سے تھا۔امراء کے ایک گروہ کو امیران چہلگانی بھی کہا جاتا تھا۔

051-2285833, 2285733

۴۔ سلاطین کے دور حکومت میں جاگیرداروں کو کیا کہا جاتا تھا؟

جواب: اقطاع۔

۵۔ سلطان تغلق کے زمانے میں ریشمی ملبوسات کہاں سے درآمد ہوئے تھے؟

جواب: اسکندریہ، عراق اور چین سے۔

BS NISHAT EDUCATION

۶۔ سلاطین کے دور میں جانوروں پر ٹیکس کی شرح کیا تھی؟

جواب: ۲۵ فیصد۔

۷۔ کس سلطان نے سب سے پہلے نہریں بنوائیں؟

جواب: فیروز شاہ تغلق۔

۸۔ مسلمانوں میں نماز کے بعد کس کھیل کو اہمیت حاصل تھی؟

جواب: عسکری کھیل جیسے شمشیرزنی، پولو، گھڑدوڑ، کتوں کی دوڑ، تیراندازی اور نیزہ بازی وغیرہ۔

۹۔ عہدِ سلاطین میں دانشور، علماء اور سید کیا کہلاتے تھے؟

جواب: اہلِ سعادت۔

۱۰۔ تاجر پیشہ کے لیے کون سا نام استعمال ہوتا تھا؟

جواب: ساہوکار۔

سوال نمبر ۲: لودھی خاندان کے دورِ حکومت میں ہونے والے اہم واقعات کا تنقیدی جائزہ لیں۔

جواب: لودھی خاندان (1450ء۔1526ء)

بہلول لودھی افغان لودھیوں کے اہم قبیلہ شاہو خیل کا فرد تھا۔

بہلول لودھی (1451ء۔1489ء):

بہلول لودھی شاہی سلسلہ لودھی کا بانی امیر کبیر افغان تاجروں کے خاندان میں سے تھا جو عرصہ دراز سے ہندوستان اور افغانستان کے درمیان تجارت کر رہے تھے۔ اس کے خاندان کے آدمی کچھ زیادہ ہی پھیل چکے تھے۔ انہوں نے سلاطینِ دہلی کے عہد میں اچھے اچھے عہدے بھی حاصل کئے تھے۔ خضر خان کے ماتحت اس کا چچا ملک سلطان شاہ لودھی ہند کا گورنر تھا کیونکہ وہ بہادری کی وجہ سے اچھی شہرت حاصل کر چکا تھا۔ یہ اُسی کا جانشین تھا۔ بادشاہ بنتے وقت اسے مشکلات بہت تھیں۔ سلطان دہلی کی سلطنت باغی امراء سے بھری پڑی تھی انہیں ماتحت لانا تھا۔ شاہی سلسلہ شرقیہ جو جون پور میں حکمران تھا' اپنے آپ کو خاندان سادات کے جائز وارث سمجھتے تھے اس لئے بہلول شاہ لودھی نے ان کو بھی ختم کرنا تھا۔ اس کا یہ بھی اہم فریضہ تھا کہ دہلی سلطنت کے نظام کو ایسا پائیدار بنائے کہ اس میں افغان امراء کا بھی بول بالا ہو۔ سلطان نے دوآب کے باغی سرداروں کو مفتوح کیا۔ اس کے بعد اس کا سب سے بڑا کارنامہ جونپور کے بادشاہ حسین شاہ کو زیر کرنا تھا' جو کافی جنگیں لڑنے کے بعد 1478ء میں بالکل ختم کر دیا' اس طرح سے لودھی خاندان کی حکومت ختم ہوگئی۔

0344-5515779, 03005371884,

کارنامے:

لودھی خاندان کا بانی ہو کر اس نے اپنی جڑیں مضبوط کیں۔ شرقی سلطان جو کہ سب سے بڑا حریف تھا' اس کو مستقل طور پر ختم کیا۔ چونکہ اس کا زیادہ عرصہ مخالفین کو ختم کرنے میں ہی گزرا تھا اس لئے معاشی نظامِ حکومت کی بہتری کی طرف کم توجہ دے سکا۔ بہرحال ایک مضبوط بادشاہ کی تعریف کا حق دار ضرور ہے۔

051-2285833, 2285733

سکندر لودھی (1488ء۔1517ء)

سکندر لودھی ایک بہادر، ایماندار اور راست باز شخص تھا۔ جون پور کو مکمل طور پر دہلی سلطنت کے ساتھ منسلک کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ بہار کا بھی دوبارہ الحاق کیا گیا اور بندھیل کھنڈ کا بھی کافی علاقہ دہلی سلطنت میں مدغم کروا دیا۔ سلطان کا زیادہ وقت بغاوتیں فرو کرنے میں صرف ہوا' اس لئے نظامِ حکومت کو بہتر بنانے میں اسے کم فرصت ملی پھر بھی اس کے کارنامے کافی نمایاں ہیں۔ اُس نے تمام اختیارات کو کامیابی سے استعمال کیا۔ باغی افغان امراء کو زیرِ دست رکھا اور سرکاری آمدن و اخراجات پر سخت کنٹرول رکھا۔ تمام ملک میں خفیہ نویسوں کا جال پھیلا دیا تاکہ اسے بروقت ہر قسم کی خبریں ملتی رہیں۔ غرباء کے ساتھ سلطان کو خاصی ہمدردی تھی۔ اناج پر زائد ٹیکس ختم کئے۔ زراعت کو بہتر بنایا اور تاجروں کی حوصلہ افزائی کی۔ تمام سلطنت کو چوروں ڈاکوؤں سے پاک کیا۔ امن و امان کا بول بالا ہوا۔ تمام مسلمان تاریخ دانوں نے سلطان پر تعریفیں نچھاور کیں ہیں۔ اس نے شریعت کے قوانین کو سختی سے نافذ کیا۔ پولیس کا نظام بہتر بنایا۔ سلطان خود ایک عالم تھا اور علماء کی قدر کرتا تھا۔ سلطان طب کے علم کا بھی ماہر تھا۔ مہنگائی کو ختم کیا اور اشیائے خوردنی و روزمرہ ضروریات کو بہت سستا کیا۔ آگرہ کو دوبارہ تعمیر کیا اور دہلی کی جگہ اسے اپنا دارالحکومت بنایا۔

ابراہیم لودھی (1517ء۔1526ء)

سلطان سکندر لودھی کی وفات کے بعد 1517ء میں اس کا بیٹا ابراہیم لودھی تخت پر بیٹھا۔ ابراہیم بہادر اور منظم تھا لیکن شکی اور مغرور تھا۔ اپنے باپ اور دادا کی روایات کے خلاف اس نے امراء کے ساتھ وابستگی ترک کر دی اور کھچا کھچا سا رہتا تھا۔ چونکہ امراء ساری سلطنت کی ریڑھ کی ہڈی کی طرح تھے اس لئے سلطان کے اس رویہ نے ان کو بددل کر دیا۔ گذشتہ لودھی بادشاہوں کے زمانے میں جو مراعات امراء کو حاصل تھیں ابراہیم نے بیشتر کو ان سے چھین لیا۔ انہیں دربار میں بیٹھنے کی اجازت نہ تھی بلکہ ہاتھ باندھ کر کھڑے رہنا پڑتا تھا۔ س پر

امراء نے اس کے بھائی جلال خان کو جونپور کا بادشاہ بنانے کا تہیہ کر لیا لیکن سازش ناکام ہوئی ۔ جلال خان کو مروا دیا گیا اور ابراہیم لودھی کے بقیہ بھائیوں کو قید کر دیا ۔سلطان کو ہر وقت یہ وسوسہ لگا رہتا تھا کہ وہ غدار اور باغی امراء میں گھرا ہوا ہے اور ہر وقت یہی سوچتا رہتا تھا کہ کسی نہ کسی امیر کو ہر وقت زیر کرتا رہے ۔اس بداطمینانی کے ماحول نے تمام سلطنت میں بغاوتوں کو جنم دیا ۔سب سے پہلے بہار خان لوہانی گورنر بہار نے بغاوت کی اور محمد شاہ لوہانی کے زیر لقب اپنے آپ کو بادشاہ مشہور کر دیا ۔سلطان کو گورنر پنجاب دولت خان لودھی کی وفاداری پر بہت ہی شک وشبہ تھا اور اس کو کسی بہانے دہلی دربار میں طلب کیا ۔دولت خان لودھی نے معذرت کر دی اور اپنے بیٹے دلاور خان کو دہلی بھیج دیا اور ساتھ ہی بابر کو دعوت نامہ بھیج دیا کہ وہ ہندوستان پر حملہ کرے اور اپنے پورے تعاون کا یقین دلایا ۔کہا جاتا ہے کہ میواڑ کے راجپوتوں نے بھی بابر کو ہندوستان پر حملہ کرنے کی دعوت دی تاکہ وہ ہندو راج کو پھر نئی زندگی دے سکیں ۔بابر کو ہندوستان کے غیر متحدہ و غیر مطمئن حالات کا پہلے ہی پتہ لگ چکا تھا اس لئے اس نے 1526ء میں پانی پت کے میدان میں ابراہیم لودھی کو شکست دے کر لودھی خاندان کو ختم کر دیا اور پھر دہلی و آگرہ پر بھی قبضہ کر لیا ۔بابر کی صرف بارہ ہزار فوج نے ابراہیم کی ایک لاکھ فوج کو شکست فاش دی جو کہ بابر کا فنی حرب میں ضرب المثل ہونے کا زندہ ثبوت تھا ۔

سوال نمبر:۳ **دہلی سلطنت کے زوال کے اسباب پر روشنی ڈالیں ۔**

جواب: **دہلی سلطنت کے زوال کے اسباب**

(1) دہلی سلطنت مسلم امراء اور مسلم فوج کی مدد سے چلتی تھی ۔اگر سلطان بہت ہی باہوش ہوتا تو وہ ان امراء کو اپنے قابو رکھتا ۔جونہی اس کی گرفت ڈھیلی ہوتی سلطان کو ختم کر دیا جاتا ۔

(2) ہندوؤں نے کسی مسلمان بادشاہ کو دل سے تسلیم نہ کیا اور ان کی وفاداری ہمیشہ غیر یقینی رہی تھی ۔

(3) فیروز شاہ تغلق کے بعد کامیاب بادشاہوں کا فقدان تھا ۔غیر ملکی حملے اس لئے بہت بڑھ گئے اور وقتاً فوقتاً دہلی سلطنت کی جڑیں کھوکھلی کرتے رہے ۔چنگیز، تیمور اور بابر کے حملوں نے بالترتیب دہلی سلطنت کا چراغ گل کر دیا ۔

(4) لودھی بادشاہوں نے دہلی سلطنت کی کمزوریوں کو رفع کرنے کی زبردست کوشش کی لیکن آخری بادشاہ ابراہیم لودھی نے بنا بنایا کھیل بگاڑ دیا ۔اس نے اپنے امراء کی سخت دشمنی مول لی جنہوں نے اس کے زوال لانے میں اہم کردار ادا کیا ۔

(5) محمد تغلق کی بے ترتیب اور انوکھی سکیمیں بھی دہلی سلطنت کے زوال کا سبب سمجھی جاتی ہیں ۔

(6) فیروز تغلق نے جاگیر سسٹم کو دوبارہ جاری کر کے دہلی سلطنت کے نظام کو کھوکھلا کیا ۔

(7) دہلی سلطنت کا نظام مرکزیت پر مبنی تھا لیکن باغی عنصر غیر مرکزیت کے ساتھ ملا رہتا تھا ۔

سوال نمبر:۴ **سلاطین کے دور میں برصغیر کے معاشرے کے امور معاشرت ومعیشت کا تفصیلی جائزہ لیں ۔**

جواب: **امور معیشت**

سلاطین کے دور میں معیشت کا دارومدار تجارت، ہنرمندی اور زراعت پر تھا ۔برصغیر کے زیادہ تر لوگ زراعت پیشہ تھے ۔ہنرمند سلاطین کے ساتھ آئے تھے اور تجارت' عربوں نے ہندوستان کے ساتھ پہلے ہی شروع کر رکھی تھی ۔معاشی زندگی یکسانی کا شکار تھی ۔لوگ عموماً اپنی قسمت پر شاکر رہتے تھے ۔قحط' آفت یا ظلم سے بھی گزر جاتے ۔زیادہ تر لوگ دیہات میں رہتے اس لئے دیہی زندگی نے انہیں دیہی برادریوں میں بدل دیا تھا ۔صنعتیں بنگال اور گجرات میں تھیں اور تجارت کا مرکز ملتان اور سندھ میں تھا ۔ذیل میں ان کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے ۔

ا۔ تاجر اور ساہوکار

اہل دربار کے بعد سب سے موثر طبقہ تاجروں اور ساہوکاروں کا تھا ۔یہ طبقہ زیادہ تر ہندوؤں پر مشتمل تھا ۔

(i) تجارت

اگر فصل اچھی ہو جاتی تو کسان اسے تاجروں کے ہاتھ فروخت کر دیتا ۔صنعتی مال بھی تاجر ہی خریدتے ۔جنوبی ہند کے گجراتیوں کا قدیم پیشہ تجارت ہی تھا ۔دہلی، لاہور اور ملتان تجارت کے بڑے مراکز تھے ۔ان میں ملتان کے تاجر مشہور رہتے ۔ملتانی کا نام ہی تاجر پیشہ کے لئے استعمال ہوتا تھا ۔غیر ملکی تاجروں کو خراسانی کہا جاتا تھا ۔تجارتی کاروبار عام طور پر دلالوں کے ذریعے ہوتا تھا ۔یہ دونوں فریقوں سے کمیشن حاصل کرتے ۔ علاءالدین خلجی نے ان پر شدت سے قابو پایا' لیکن فیروز تغلق کے زمانے میں انہیں باقاعدہ قانونی تحفظ حاصل ہو گیا ۔تاجروں کا اخلاقی معیار بہت گرا ہوا تھا ۔سلطان علاءالدین خلجی تاجروں کی بے ایمانی، ملاوٹ اور ذخیرہ اندوزی سختی کے ساتھ ختم کرنے میں کامیاب ہوا تھا ۔آڑھت

BS NISHAT EDUCATION
0344-5515779, 03005371884,
051-2285833, 2285733
BS NISHAT EDUCATION

کا رواج تھا، بڑے بڑے تاجر انہیں ملازم رکھ لیتے تھے۔

(ii) برآمدات

برصغیر کی برآمدات میں روئی، کپڑا، خوردنی بیج، غلہ، عطر اور جڑی بوٹیاں شامل تھیں۔ جن کی تجارت کا دائرہ افریقہ کے ساحلی ممالک تک پھیلا ہوا تھا۔ بعض اشیاء یورپی ملکوں کو بھی سکندریہ اور قسطنطنیہ کے راستے برآمد کی جاتی تھیں۔ جبکہ خشکی کے راستے سے وسط ایشیا اور افغانستان وغیرہ بھی برآمدات کے اہم مراکز تھے۔

(iii) درآمدات

سلطان تغلق کے زمانے میں زربفت اور ریشمی ملبوسات اسکندریہ، عراق اور چین سے درآمد ہوتے تھے۔ سلاطین عموماً گھوڑوں کی خریداری کرتے تھے جو ایران سے منگوائے جاتے تھے۔ درآمدات پر کسٹم وصول کیا جاتا تھا، جو ملتان میں ادا کیا جاتا تھا۔ جانوروں پر یہ محصول بہت زیادہ ہوتا تھا، عموماً پچیس فیصد کی شرح سے کسٹم وصول کیا جاتا۔ محمد تغلق نے یہ شرح کم کردی تھی۔ درآمد و برآمد کے لئے گجرات اور دکن کی بندرگاہیں استعمال ہوتی تھیں۔

(iv) ساہوکاری

تجارت کا تعلق چونکہ روپے پیسے سے تھا اس لئے بعض لوگوں نے اسی کا کاروبار شروع کر دیا تھا۔ یہ لوگ تاجروں اور کسانوں کو رقم ادھار پر دیتے اور سود وصول کرتے۔ شرح سود عام طور پر دس سے بیس فیصد سالانہ ہوتی تھی۔ یہ شرح سود مرکب کے اصول کے تحت قائم ہوتی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ آدمی سود در سود کے نظام تلے دب کر رہ جاتا۔ سود کا کام کرنے والوں کو ساہوکار کہتے تھے۔ اگر اعلیٰ تجارت اور جاگیریں مسلمانوں کے قبضے میں تھیں تو ساہوکاری پر ہندوؤں نے قبضہ کر لیا تھا۔ اکثر مسلمان ان کے مقروض رہتے، اپنی جائیدادیں اور جاگیریں بیچنے پر مجبور ہو جاتے۔

۲۔ ہنرمند صنعتیں

مسلمانوں کی آمد کے ساتھ ہی صنعتیں وجود میں آئی تھیں خصوصاً دھات اور چمڑے کی صنعتیں عروج پر تھیں۔ ان کے لئے بڑے بڑے کارخانے تو نہ تھے لیکن کپڑے، لوہے، پتھر، کاغذ، تیل اور شکر سازی کے چھوٹے چھوٹے دستکاری یونٹ قائم تھے جو زیادہ تر قصبات میں ہوتے تھے۔ مرکزی شہروں مثلاً دہلی وغیرہ میں شاہی یونٹ قائم کئے جاتے تھے۔ محمد تغلق خزاں کے موسم میں جو ایک لاکھ خلعتیں تقسیم کرتا تھا، ان کا کچھ حصہ دہلی میں بنتا تھا۔ دیوگیر اور مہادیوگری بھی کپڑے کی صنعت کے لئے مشہور تھے۔ جب تیمور نے دہلی پر حملہ کیا تو اسے سب سے زیادہ زربفت ہاتھ آیا تھا، جو اس کے اندازے سے کہیں زیادہ تھا۔ حکومت کو صنعت و حرفت سے براہ راست کوئی سروکار نہ تھا۔ ذیل میں ان صنعتوں پر مختلف معلومات پیش کی جاتی ہیں۔

(i)۔ کپڑے کی صنعت

یہ برصغیر کی قدیم ترین صنعت ہے، سوتی، اونی اور ریشمی ہر طرح کے کپڑے بنے جاتے تھے۔ ریشم کے کیڑے صرف بنگال میں پالے جاتے تھے اور بنگال کپڑے کی برآمد میں سب سے آگے تھا۔ اسی طرح گجرات کپڑے کی صنعت میں مشہور تھا، بنگال کے ابتدائی دور کی ململ اور سوت بہت مشہور رہے، اس سے پگڑیاں اور ساڑھیاں بنتی تھیں۔ گجرات میں اطلس، مخمل اور بھاری قالین تیار ہوتے تھے۔ ان کے علاوہ برصغیر میں گدے، چادریں، دریاں، جائنماز، رنگ دار اور پھول دار کپڑے بھی تیار ہوتے تھے۔

(ii)۔ دھات کی صنعتیں

دھات کی صنعتیں تو ہمیں ہڑپہ اور موہنجوداڑو کے دور سے ملتی ہیں۔ مسلمانوں کے دور میں اس کی مختلف صنعتیں سامنے آتی ہیں۔ مثلاً شمشیر سازی اور ظروف سازی۔ فخر الدین مبارک لکھتا ہے کہ دنیا بھر میں ہندوستانی تلوار بہترین ہوتی تھی۔ اس نے دریائے سندھ کے قریب کورج کے تلوار سازوں کا ذکر کیا ہے۔ قطب الدین ایبک نے سلطان محمد غوری کو سونے کے بنے ہوئے خربوزے بھیجے جو بالکل اصلی لگتے تھے۔ سلطان مبارک شاہ خلجی نے اپنے بڑے بیٹے کی ولادت پر ایک مصنوعی باغ تیار کروایا جس کے تمام پھل دار درخت سونے کے اور بیلیں زمرد کی تھیں، سرو کے درخت یاقوت سے بنائے گئے تھے۔ فرش پر بڑی مقدار میں زمرد بکھیرا گیا تھا۔ تیمور کے زمانے تک مرصع کاری اور پچی کاری کے کام بہت نفیس ہونے لگے تھے۔ تیمور نے ہندوستان کے کاریگروں ہی کی وجہ سے قتل عام رکوا دیا اور ان کی ایک کثیر تعداد اپنے ساتھ سمرقند لے گیا۔

(iii) کاغذ کی صنعت

بنگال میں درختوں کی سفید چھال سے کاغذ بنایا جاتا تھا جو موٹا اور چمکدار ہوتا تھا۔ دہلی میں دو طرح کا کاغذ عام استعمال ہوتا تھا ایک سادہ اور دوسرا ریشمی عام کتابوں اور دستاویزات کے لئے استعمال ہوتا اور ریشمی کاغذ شاہی فرمان میں استعمال ہوتا تھا۔ کاغذ کی یہ صنعت ملکی ضروریات کے لئے کاغذ تیار کر پاتی تھی اس لئے لوگ عام طور پر کفایت شعاری سے کام لیتے تھے۔

(iv) چمڑا

BS NISHAT EDUCATION
0344-5515779, 03005371884,
051-2285833, 2285733
BS NISHAT EDUCATION

پہلے پہل سندھ میں مسلمانوں نے چمڑے سازی کی صنعتیں قائم کیں۔گھوڑوں کی زین، تلواروں کی نیام، کتابوں کی جلد، جوتے اور تھیلیاں چمڑے ہی سے بنتی تھیں۔بنگال سے شکر لانے کے لئے چمڑے کے تھیلے استعمال ہوتے تھے۔گجرات میں سرخ اور نیلے رنگ کے چمڑے سے چٹائیاں بنتیں، جن پر پرندوں اور درندوں کی تصاویر ہوتیں۔ان پر بڑی مہارت کے ساتھ سونے اور چاندی کے تاروں سے گل کاری کی جاتی۔بکری اور بیل کی کھالیں عام طور پر استعمال میں لائی جاتی تھیں۔ان کے علاوہ جنگلی جانوروں مثلاً بھینسے اور گینڈے کی کھالیں بھی استعمال ہوتی تھیں۔اونٹ کی کھال سے نفیس آرائشی سامان بنتا۔ملتان اور گجرات اس کے اہم مراکز تھے۔

(v) شکر سازی

گنا برصغیر کی اہم پیداوار تھی۔شکر عام طور پر گنے سے تیار کی جاتی تھی۔اسے تیار کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ گنے کے رس کو کولہو سے نکالا جاتا اور بڑے بڑے کڑاہوں میں اُبالا جاتا تھا حتیٰ کہ اس کی قلمیں بننے لگتیں۔اس کی بھلیاں بنائی جاتیں۔زیادہ نفیس شکل قند ہوتی تھی۔بنگال میں اتنی زیادہ شکر تیار ہوتی جو برصغیر کی ضرورت کے علاوہ برآمد بھی کی جاتی۔بازار میں شربت، مربے اور مٹھائیاں شکر ہی سے تیار ہو کر فروخت ہوتے۔

(vi) دستی کام

پتھر، لکڑی، ہاتھی دانت اور جواہر کا کام عام دستی ہنرمندی خیال کیا جاتا تھا۔امیر خسرو بڑے فخر سے لکھتے ہیں کہ دہلی کے معمار اور سنگ تراش پورے عالم اسلام میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔علاءالدین خلجی نے سرکاری عمارات کے لئے ستر ہزار کاریگر کام پر لگائے تھے۔فیروز تغلق نے چار ہزار غلاموں کو ان فنون میں تربیت دلانے کا انتظام کیا تھا۔دنیا بھر میں لکڑی کا بہترین کام برصغیر ہی میں ہوتا تھا۔دروازے، تخت، کھلونے، مسہریاں اور ظروف بنتے تھے۔مونگے، نقلی موتی اور ہاتھی دانت کا بہترین کام گجرات میں ہوتا تھا۔کنگن، چوڑیاں اور شطرنج کے مہرے اعلیٰ درجے کے تیار ہوتے تھے۔

۳۔زراعت

برصغیر کی پیداوار کا زیادہ تر دارومدار زراعت پر تھا۔نوے فیصد آبادی زراعت پیشہ تھی۔گندم، دالیں، مٹر، جو، باجرہ، چاول، تیل کے بیج، گنا اور کپاس اہم پیداواریں تھیں۔پنجاب اور الہ آباد تک کا علاقہ زرخیز تسلیم کیا جاتا تھا۔عام طور سے کھیتی باڑی کنوؤں کے ذریعے ہوتی تھی۔بابر نے لاہور، دیپالپور، سرہند میں کنوؤں کا ذکر کیا ہے۔فیروز شاہ تغلق کے عہد میں نہروں سے آبپاشی ہونے لگی چنانچہ حصار، فیروزہ میں گندم، گنے، دالوں اور تیل کے بیج کی کاشت بڑھ گئی۔گنگا کے میدانی علاقے آم کے پھلوں کے لئے مشہور تھے۔فیروز شاہ تغلق نے وسیع پیمانے پر باغات لگوائے۔صرف دہلی کے قرب وجوار میں بارہ سو باغ لگوائے گئے۔سلطان سکندر لودھی نے دعویٰ کیا تھا کہ جو دھپور کے انار کا مقابلہ ایران کا انار نہیں کر سکتا۔پھلوں میں انگور، کھجور، ناریل، کیلا، خربوزے، آم، سیب، سنگترے، انجیر، کھرنی اور کٹھل کی کاشت عام ہوتی تھی۔دیگر درختوں کی پیداوار میں عود اور صندل کی لکڑی قابل ذکر ہیں۔گرم مصالحوں کی کاشت گجرات کے کچھ حصوں میں کی جاتی۔پھولوں کی کاشت بھی عام تھی اُن سے عطریات تیار کئے جاتے۔

امور معاشرت

معاشرتی امور میں عام گھریلو زندگی آداب ورسوم اور تفریحات شامل ہوتی ہیں جن کا ذیل میں مختصر طور پر کیا جاتا ہے۔

گھریلو زندگی

دیہی معاشرے میں کنبہ داری کو اہمیت حاصل ہوتی ہے۔تمام افراد مل کر ہی معاشی بوجھ کو اٹھا سکتے تھے۔ چنانچہ مشترکہ خاندان موجود تھے۔خاندان کی سربراہی عمر میں بڑا شخص کرتا اور باپ کے بعد عموماً بڑا بیٹا خاندان کا سربراہ بنتا۔خاندان عموماً یک زوجی ہوتا تاہم مسلمان امراء ایک سے زیادہ شادیاں کرتے۔بچے خصوصاً لڑکے کی پیدائش پر خوشی کی تقریبات منائی جاتیں۔نو سال تک لڑکپن کی عمر سمجھی جاتی تھی۔شادی اور موت پر مختلف رسوم ادا کی جاتیں۔سلطان کی موت کا سرکاری طور پر تین دن تک سوگ منایا جاتا اور ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی ہوتی۔

امراء کے ہاں نفیس فرنیچر اور سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال عام ہوتا تھا' جسے سلطان فیروز تغلق نے سختی سے منع کیا۔سواری کے لئے گھوڑے اور گدھے کا استعمال عام تھا۔پالتو جانوروں میں طوطا اور کتا اہم تھے۔ لباس کے سلسلے میں مسلمانوں اور ہندوؤں کا فرق نمایاں تھا۔ ہندو عموماً لنگوٹی اور دھوتی تک محدود رہتے۔بعض ہندو امراء نے مسلمانوں کی دیکھا دیکھی پورا لباس پہننا شروع کر دیا تھا۔

کھانوں کی تیاری پر بڑی توجہ دی جاتی۔برہمن اور مسلمان علماء دونوں کھانے کے زیادہ شوقین تھے۔سلاطین اور امراء مہمان نوازی بھی کرتے۔نرم غذا کھانے کا شوق زیادہ تھا۔مصالحہ اور گھی بڑی مقدار میں استعمال ہوتا۔ان کے ساتھ اچار' چٹنیاں' پھل اور مٹھائیاں بھی استعمال ہوتیں۔ناشتے میں ہندو عموماً کھچڑی یا اُبلا ہوا چاول اور دال کھاتے اور مسلمان روٹی اور کباب کھاتے۔ہندو سبزی خور تھا اور عام مسلمان روٹی اور گوشت کھاتا۔سندھ کے سومروں نے ہندوؤں کے طریقے اپنا رکھے تھے اور وہ اپنی قوم کے علاوہ کسی کے ساتھ مل کر نہ کھاتے۔

BS NISHAT EDUCATION
0344-5515779, 03005371884,
051-2285833, 2285733
BS NISHAT EDUCATION

عورتوں کی حیثیت

ہندومت میں عورتوں کی حیثیت ایک کمتر لونڈی سے زیادہ نہ تھی ۔ عورتیں خود کو بھی کمزور' کنیز اور کم عقل سمجھتی تھیں ۔ان کے ازدواجی قانون میں طلاق نام کی کوئی شے نہ تھی ۔ شادی عموماً بچپن میں ہو جاتی اور اگر شوہر فوت ہو جاتا تو عورت کو اس کی چتا کے ساتھ جل مرنا پڑتا ۔ہندو سماج میں عورت ہر وقت کسی نہ کسی کی محتاج تھی ۔ بچپن میں والد کی نگرانی' جوانی میں بھائی' شادی کے بعد شوہر اور بڑھاپے میں بیٹا عورت کا نگران ہوتا تھا ۔ہندو عقائد کے مطابق لڑکے کو جنم دینا عورت کے لئے ضروری تھا تا کہ جائیداد کا وارث پیدا ہو سکے ۔

(i) مسلمانوں کے اثرات

مسلمانوں نے عورتوں کی حیثیت بدل دی تھی ۔عورتیں اپنے معاملات' کاروبار اور جائیداد میں خاصی آزاد تھیں ۔خصوصاً ترک اپنے ساتھ یہ آزادی لے کر آئے تھے ۔البتہ جو ہندو مسلمان ہوتے' ان کے ہاں عورت کا مرتبہ وہی رہا جو پہلے تھا ۔مسلمان ممالک خصوصاً شیراز کی خواتین ہفتے میں تین بار وعظ سننے کے لئے مسجد میں جاتی تھیں ۔ہرات میں بھی عورتوں پر پابندیاں نہیں تھیں ۔لیکن ایرانی اور ہندوستانی روایات میں عورت ناقابل اعتبار تھی ۔اس کا مشورہ تک نہ لیا جاتا ۔ہندوستان میں اسلام کے آنے سے عورتوں کی حیثیت میں رفتہ رفتہ تبدیلی آنا شروع ہو گئی ۔فیروز تغلق نے بنگال کے سلطان الیاس شاہ پر صرف اس لئے حملہ کیا تھا کہ اس نے عورتوں کا قتل عام کیا تھا' جو فیروز تغلق کے نزدیک کسی بھی مذہب میں جائز نہیں ۔امراء اور اعلیٰ طبقے کی عورتوں کو خصوصی طور پر بہتر حالات میسر تھے ۔وہ مہم جویانہ اور فوجی خدمات میں بھی حصہ لیتیں ۔حتیٰ کہ تاریخ میں ہمیں رضیہ سلطانہ اور چاند بی بی کے نام بھی سلاطین میں ملتے ہیں ۔اکثر خواتین مردانہ لباس پہن کر باہر بھی جاتیں اور پولو بھی کھیلتیں ۔جب کشمیر کے پہاڑی علاقوں میں لڑتے ہوئے نیازی پریشان ہو گئے تو ان کی عورتوں نے مسلح ہو کر دشمن کا مقابلہ کیا ۔ایک دفعہ عورتوں نے دہلی کے قلعہ کو دشمنوں سے بچایا ۔

(ii) پردہ

ہندوستان میں پردے کا رواج مسلمانوں سے پہلے تھا ۔اسلامی تعلیمات اور علماء کی تشریحات نے اسے مزید تقویت دی لیکن یہ رواج متوسط طبقے ہی تک محدود رہ سکا ۔اگرچہ گھروں میں زنان خانے اور مردانے حصے الگ الگ تھے لیکن غریبوں کی عورتوں کو ان کے ساتھ کھیتوں اور کارخانوں میں کام کرنا پڑتا ۔اس لئے وہ برقعہ اوڑھ نہیں سکتی تھیں البتہ گھونگھٹ یا ساڑھی کے پلو سے اپنے چہرے پر سایہ سا کر لیتی تھیں ۔امراء میں دو طرح کے لوگ تھے ۔ایک جن کی عورتیں پردہ کرتیں اور دوسرے جن کی عورتیں عام طور پر گھر کے اندر رہتیں لیکن مزاروں اور تقریبات میں آ جا سکتی تھیں ۔فیروز شاہ تغلق نے انہیں گھر سے باہر جانے سے روکا اور عورتوں کا پبلک مقامات پر جانا بند کیا ۔مسلمان خواتین کے زیر اثر ہندو عورتوں میں بھی پردے کا رواج ہو گیا ۔

(iii) شادی

اسلام نے عورت کو شادی کرنے کے حقوق دیئے ہیں لیکن برصغیر میں اکثر ان حقوق کا استعمال نہیں ہونے دیا گیا ۔البتہ مسلمانوں میں شادی سے پہلے عورت کی رائے حاصل کرنے کا رواج عام تھا ۔ہندو اپنی گوت سے باہر مگر برادری میں شادی کرتے ۔ان کی دیکھا دیکھی مسلمان بھی ذات برادری یا خاندان کے مساوی ہونے کے چکر میں پڑ گئے ۔عورت کو نامحرم کی نظر سے بچایا جاتا تھا ۔محمد تغلق جب حرم میں داخل ہوتا تو اس کی کوشش ہوتی تھی کہ کسی نامحرم عورت پر اس کی نظر نہ پڑے ۔

(iv) ستی

ہندوؤں میں شوہر کی موت کے بعد اس کی چتا کے ساتھ ہی بیوی کو بھی زندہ جلا دیا جاتا تھا ۔یہ ستی کی رسم کہلاتی تھی ۔راجپوتوں میں اسے اچھی نظر سے دیکھا جاتا تھا ۔پنجاب میں یہ رواج بہت قدیم زمانے سے تھا ۔ اگر ایک سے زیادہ بیویاں ہوتیں تو ان سب کو ساتھ ہی جلنا پڑتا ۔اگر شوہر کہیں دور فوت ہوتا اور محض اس کی اطلاع آتی تو اس کے باوجود عورت کو جل مرنا پڑتا ۔اگر عورت ایسا نہ کرتی تو اسے بے وفا سمجھا جاتا تھا ۔ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ سلاطین نے اس رسم کو ختم کرنے کی پوری کوشش کی ۔ستی ہونے کے لئے اجازت نامہ لینا پڑتا اور یہ اجازت نامہ اکثر اوقات دے دیا جاتا ۔ستی پر مکمل پابندی ہمایوں کے دور میں عائد ہوئی ۔شمالی ہند میں اسلام کے زیر اثر بہت جلد ستی کی رسم ختم ہو گئی لیکن جنوبی ہند میں عرصہ تک جاری رہی

(v) عصمت فروشی

ہندومت میں دیوداسیوں کا کام ہی یہی تھا کہ وہ عصمت فروشی سے مندر کی آمدنی میں اضافہ کریں ۔ اس لئے برصغیر میں عصمت فروشی ایک عام شے تھی ۔علاءالدین خلجی نے اسے محدود کرنے کے لئے ان کے لائسنس اور نرخ مقرر کئے اور بہت سی ایسی عورتوں کی شادیاں کرا دیں ۔

سماجی اقدار

(i) وفاداری

برصغیر کی اخلاقی قدروں میں وفاداری کو بنیادی حیثیت حاصل تھی' اس کی حیثیت رہی تھی ۔مالک یا حاکم سے وفاداری' دوست سے وفاداری' شوہر سے وفاداری' اپنے اقرار سے وفاداری' یہ خوبیاں اس معاشرے میں عام تھیں ۔مسلمان حکومت سے وفاداری کو اہمیت دیتے تھے ۔علماء نے سلاطین کی اطاعت کا جوا عوام کی گردن پر رکھ دیا تھا ۔غلام کے لئے

BS NISHAT EDUCATION
0344-5515779, 03005371884,
051-2285833, 2285733
BS NISHAT EDUCATION

اپنے آقا اور شاگرد کے لئے استاد یا گروہ سے وفاداری لازم تھی۔ اس کے لئے نمک حلالی اور جاں نثاری کے الفاظ استعمال ہوتے تھے۔ دوستی اور رفاقت ایک اعلیٰ قدر تھی۔ برے اوقات میں دوستی ہی سماجی تحفظ کی ضامن ہوتی تھی۔ کسی کو حفاظت یا پناہ میں لینا اور اپنے اس عہد پر قائم رہنا جنگجو اقوام خصوصاً پٹھانوں اور راجپوتوں میں اہم تھا۔

(ii) خیرات

دوسری اہم قدر خیرات تھی۔ ہندو اور مسلمان بڑھ چڑھ کر اس میں حصہ لیتے تھے۔ سلاطین اور امراء بھی اہم موقعوں پر خیرات کرتے۔ ہندوؤں اور ان کی دیکھا دیکھی مسلمانوں میں بھی یہ عقیدہ بن گیا کہ اگر اصل رقمیں سے کچھ خیرات کر دی جائے تو باقی رقم نقصان سے محفوظ ہوتی ہے یہ قدر اتنی شدت سے قائم تھی کہ صوفیا نے جو سلطنت کے مخالف تھے' خیرات گاہیں اور لنگر خانے قائم کرنا شروع کر دیئے تھے۔ اس کی ایک بنیادی وجہ یہ تھی کہ امیروں اور غریبوں کے دونوں طبقوں میں بہت زیادہ فرق تھا اور ایک دوسرے کا خوف دونوں کو تھا۔ اس لئے خیرات کی رقم جاری رہی اور بھیک مانگنے والوں کی ایک وافر تعداد پیدا ہو گئی۔

(iii) مہمان داری

مہمان خدا کی نعمت سمجھا جاتا تھا۔ یہ خیال کیا جاتا تھا کہ ہر شخص اپنے مقدر کے مطابق کھاتا ہے اس لئے غریب ہونے کے باوجود مہمان کی خدمت کی جاتی کہ شاید مہمان کا مقدر میزبان کو بھی حاصل ہو جائے۔ خصوصاً شاہی مہمان کی ہر درجہ خدمت ہوتی تھی۔ شاہی مہمان کو ہر منزل پر بہترین رہائش اور غذا پیش کی جاتی تھی اور دارالحکومت پہنچنے پر اسے ایک بڑی رقم پیش کی جاتی۔ حکومت کی طرف سے شاہراہوں پر مہمان خانے بنائے جاتے' جن میں ٹھہرنے کا مفت انتظام ہوتا تھا۔

(iv) عیاشی

برصغیر کے لوگوں میں ایک قدر ایسی بھی رائج تھی' جسے برا کہا جا سکتا ہے لیکن اس کے وجود سے انکار نہیں کیا جا سکتا' وہ تھی عیاشی۔ یہ عام طور پر شادیوں' شراب نوشی' افیون خوری' عصمت فروشی اور قمار بازی جیسی بری عادتوں پر مشتمل تھی۔ سلاطین اکثر زیادہ شادیاں کرتے۔ ان کی دیکھا دیکھی امراء نے بھی حرم قائم کر رکھے تھے جہاں بیویاں اور کنیزیں ہوتیں۔ شراب نوشی اور افیون خوری عام تھی۔ علماء کی ایک اچھی تعداد کے علاوہ اکثر لوگ نشے کے عادی تھے۔ سلاطین اور امراء میں بھی کھلم کھلا شراب نوشی کرتے۔ صرف علاءالدین خلجی ایسا سلطان تھا' جس نے شراب نوشی پر پابندی عائد کی اور اس کے لئے ایک محکمہ قائم کیا جو جاسوسی کا کام انجام دیتا تھا۔ لیکن اس کے دور میں موسیقی کو بھی بڑا فروغ ملا۔ ہندوؤں میں حشیش (بھنگ) بھی رائج تھی' جسے مسلمان درویشوں نے بھی اپنا لیا تھا۔

(v) آداب

دربار کی رسوم تو مصنوعی تھیں۔ عام معاشرے میں بھی رکھ رکھاؤ اور آداب پیدا ہو چکے تھے۔ لیکن ابھی یہ امراء اور شہری حلقوں تک محدود تھے۔ وجاہت اور تکبر ان کی خصوصیات تھیں۔ اگر کوئی امیر کسی سے ملنے جاتا تو اپنے بہترین گھوڑے پر سوار ہوتا۔ میزبان اسے خوش آمدید کہہ کر کچھ دور تک اس کے ساتھ چلتا۔ رسمی اجتماعات میں گفتگو کرتا' جس سے کوئی مخاطب ہوتا۔ اپنے کارناموں اور خوبیوں کو بیان کرنا برا سمجھا جاتا۔ غیر مہذب زبان سے پرہیز کیا جاتا۔ عام لوگ قسمیں کھانے کے عادی تھے خصوصاً سپاہی لیکن امراء میں اسے اہم اخلاقی قدر کی حیثیت حاصل تھی۔ یہ آداب ہندوؤں میں بھی رائج تھے۔

(vi) عدم تشدد

گجرات میں جین مت کے ماننے والے عدم تشدد کے فلسفے کا پرچار کرتے تھے۔ اسے اہنسا کہا جاتا تھا۔ ان ہندوؤں کے نزدیک برصغیر میں جانوروں کو مارنا اور خون بہانا خوفناک اور نفرت آمیز کام تھا۔ اس میں انتہاپسندی یہ تھی کہ لوگ کیڑوں اور جانوروں کی جان بچانے کے لئے شکاریوں سے خرید لیا کرتے تھے۔ اس سے بعض چالاک لوگ فائدہ اٹھاتے۔ ایک مذہبی گروہ اپنے جسم میں جوؤں اور کیڑوں کی پرورش کرتا تھا۔ مانگنے والوں کا ایک طبقہ بھی پیدا ہو گیا جو گجراتیوں کو خودکشی کی دھمکی دے کر مستقل خیرات وصول کرتا تھا۔

سوال نمبر:۵ **درج ذیل پر مختصر نوٹ لکھیں۔**

۱) امورِ دربار

جواب: سلطانی دور میں برصغیر کے درباری امور سلطان، امراء، علما اور فضلا تک محدود ہوتے تھے۔ سلطان کا معاشرے میں اپنا ایک مقام ہوتا تھا۔ وہ ظل اللہ کہلاتا تھا۔ امراء اہل دولت کہلاتے تھے۔ علما اور فضلا کو اہل سعادت قرار دیا جاتا تھا۔ سلطانی دربار انہی تینوں طبقوں پر مشتمل ہوتا تھا اور سلطنت کا نظام انہی کے ہاتھوں انجام پاتا تھا چنانچہ برصغیر کے معاشرتی جائزے میں امورِ دربار کے ان طبقوں کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

سلطان کی حیثیت

BS NISHAT EDUCATION
0344-5515779, 03005371884,
051-2285833, 2285733
BS NISHAT EDUCATION

سلطان بظاہر ایک ایسا حکمران تھا جس کا ہر حکم آخری حیثیت رکھتا تھا۔ اس کی زندگی ماورا لنہری طرز پر وجود میں آئی تھی۔ سلاطین عموماً محلات تعمیر کراتے۔ شان وشوکت کے ساتھ دربار منعقد کرنے اور اپنے خزانے بھرتے، وسیع پیمانے پر ملازم رکھتے اور لوگوں کو تحفے دیتے۔ ان کے احکام حتمی حیثیت رکھتے تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ سلطان اپنے وزیروں، امیروں اور مشیروں کے مشورے پر بھی عمل کرتا تھا۔ اگرچہ وہ کسی کے سامنے جوابدہ نہیں ہوتا تھا لیکن اگر سلطان نا اہل ہوتا تو امراء اسے تخت سے اتار کر کسی اور کو سلطان بنا دیتے۔ علمائے کرام نے سلطان کو "اللہ کا سایہ" قرار دے رکھا تھا۔ اس کی تابعداری فرض تھی، خواہ سلطان غلام، حبشی یا اپاہج ہی کیوں نہ ہوتا۔

(i) محلات

محلات تعمیر کرانا سلطان کی سب سے بڑی خواہش ہوتی تھی۔ ابتدائی دور میں ذاتی رہائش اور دفتری کاموں کے لئے الگ الگ قصر فیروزی اور قصر سفید تعمیر ہوتے تھے۔ ناصرالدین محمود کے زمانے میں تیسرا محل کوشک سبز بھی تیار ہونے لگا۔ فیروز تغلق نے امراء، مصاحب اور عوام سے ملنے کے لئے الگ الگ تین محل مخصوص کر رکھے تھے۔ ان کے حرم بہت وسیع ہوتے تھے۔ بیگمات، کنیزوں اور غلاموں کی تعداد بہت زیادہ ہوتی۔ سلطنت کی آمدنی کا ایک کثیر حصہ ان محلات پر خرچ ہوتا تھا۔ سلطان علاءالدین خلجی جو کنجوس مشہور تھا۔ لیکن اس کے محل میں صرف غلاموں کی تعداد پچاس ہزار تھی جو فیروز شاہ تغلق کے عہد میں دو لاکھ تک بڑھ گئی تھی۔ ان غلاموں کی حیثیت بہت بلند ہوتی تھی۔ بعض بہت اچھے کاریگر ہوتے تھے۔ قطب الدین ایبک، التمش اور بلبن ایسے ہی تین غلام ہیں جو بعد میں سلطان بھی بنے۔ فیروز شاہ تغلق نے اپنے غلاموں کو نئے شہروں میں آباد کیا۔ ان کی تنخواہیں مقرر کیں۔ اور فنونِ لطیفہ و مذہب کی تعلیم دی۔

(ii) مصاحب

سلطان کے دربار میں مسخرے، نجومی، موسیقار اور شعراء بھی ہوتے تھے۔ ان کا سلطنت کے نظم ونسق سے کوئی تعلق نہیں ہوتا تھا۔ سلطان ان کی پرورش کرتا۔ سلطان محمد تغلق کے پاس بارہ سو طبیب، بارہ سو موسیقار اور ایک ہزار شاعر تھے۔ ان کے علاوہ دس ہزار شکاری تھے۔ یہ سب سلطان سے تنخواہیں وصول کرتے تھے۔

(iii) گھریلو عملہ

محلات کی مختلف ضروریات کے لئے الگ الگ عملہ مقرر رہوتا تھا۔ سر جاندار سلطان کی ذاتی حفاظت کرتا۔ سر سلاح دار شاہی زرہ بردار دستے کی قیادت کرتا، شاہی تلوار اس کی نگرانی میں رہتی۔ سر آبدار دھلائی اور لباس کا اہتمام کرتا۔ خریطہ دار شاہی قلم دان کی حفاظت کرتا تحویل دار کے پاس خزانہ ہوتا۔ چاشنی گیر باورچی ہوتا تھا۔ اسی طرح دیگر مختلف ملازم اور عہدہ دار ہوتے مثلاً شاہی اصطبل کی دیکھ بھال امیر آخور کرتا تھا۔ ان کا تقرر سلطان خود کرتا اور انہیں سلطان کے صرفِ خاص سے معاوضہ ملتا تھا۔ خرچ کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ سلطان محمد تغلق کے دسترخوان پر پانچ سو آدمی کھانا کھاتے۔

(iv) علاماتِ شاہی

سلطان کے رعب اور دبدبے کے لئے خطابات کا ایک سلسلہ شروع ہوا جو مغل دورِ حکومت میں وسیع تر ہو گیا۔ ظل اللہ کا لقب ابتداء ہی میں شروع ہو گیا۔ سلطان کے نام کا سکہ جاری ہوتا اور خطبہ پڑھا جاتا تھا۔

تخت کی شان دوبالا کرنے کے لئے اس کے گرد قیمتی چھتر بنا دیئے۔ محمد تغلق نے سیاہ چھتر اور جلال الدین خلجی نے سرخ چھتر استعمال کیا۔ سلطان کے علاوہ کسی کو شاہی چھتر' جسے چتر شاہی بھی کہا جاتا' استعمال کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ بلبن نے اپنے شہزادے محمد کو تخت کا وارث مقرر کیا تو اسے چھتر استعمال کرنے کی اجازت دی۔ عوام کو سلطان سے دور رکھنے کے لئے ایک پنکھا یا مورچھل استعمال کیا جاتا تھا اسے دورباش کہتے تھے۔ تخت پر ایک سائبان بھی ہوتا۔ بعض سلاطین پردہ بھی استعمال کرتے تھے اور امراء کو بھی اس کی اجازت دیتے تھے۔ سلطان التمش نے ملک ناصرالدین کو بنگال کا حاکم بنایا تو اسے سرخ پردہ استعمال کرنے کی اجازت دی۔ اسی طرح فیروز شاہ تغلق نے شہزادہ فتح خان کو سرخ پردہ استعمال کرنے کی اجازت دی تھی۔ شاہی جلوس کے ساتھ شاہی علم ہوتے تھے' جن پر سلطان کا نشان بنا ہوتا تھا۔ شاہی علامات میں سونے چاندی کا استعمال ہوتا تھا۔ اس کے لئے ہندوستان کے راجا اور ان کے سلاطین بھی خزانوں میں سونا چاندی جمع کرنے کی روایت پر عمل کرتے تھے۔ دراصل خزانے کی مقدار سے راجہ یا سلطان کی طاقت کا اندازہ لگایا جاتا تھا۔

(v) دربارداری

سلاطین سرکاری موقعوں یعنی کسی سفیر کو خوش آمدید کہنے یا سلطان کی تخت نشینی کا جشن یا رعایا سے نذرونیاز لینے یا مذہبی تہوار کے موقع پر دربار منعقد کرتے تھے۔ اس وقت شان وشوکت کا مظاہرہ ہوتا، نذریں وصول کی جاتیں اور عطیات دیئے جاتے۔ خیرات دی جاتی، قیدی آزاد کئے جاتے خصوصاً جشن کے موقع پر درباری شعراء قصائد پڑھتے، تفریحات کا اہتمام ہوتا' دربار میں حاضر ہونے کے لئے امراء کو آداب کی خصوصی تربیت لینا پڑتی تھی۔ سندھ سے جام سیف الدین کو فیروز شاہ تغلق کے دربار میں حاضر ہونے سے پہلے کئی دنوں تک خصوصی تربیت حاصل کرنا پڑی تھی۔ امراء کو ان کے مراتب کے مطابق دربار میں جگہ ملتی۔ سلطان شاہی عبا پہنتا اور امراء سلطان کی دی ہوئی خلعت یا مخصوص لباس پہنتے۔ دربار میں حاضر ہونے سے پہلے سپہ سالار سے کم مرتبے کے لوگوں کی تلاشی لی جاتی تھی۔ اس کے بعد حاضر ہونے والا سر جھکا کر اور عاجزی سے کھڑا ہوتا یا گفتگو کرتا اور نذر پیش کرتا۔ رسمی طور پر سلطان

BS NISHAT EDUCATION
0344-5515779, 03005371884,
051-2285833, 2285733
BS NISHAT EDUCATION

امراء سے دور رہتا تھا۔غرض یہ کہ دربار کا پورا ماحول رسمی اور مصنوعی تھا۔

درباد داری کے فرائض انجام دینے کے لئے ایک افسر مقرر رہوتا تھا جسے باربک کہا جاتا ۔یہ لوگوں کی عرض سلطان تک پہنچاتا دربار میں تعارف کا کام حاجب انجام دیتا۔ان کے علاوہ بھی دربار کے کئی عہدے دار ہوتے۔ان میں سے نقیب اہم ہے۔جو سلطان کے آگے آگے چلتا یا مہمانوں کو دیوانِ عام تک پہنچاتا تھا۔ کاغذات اور دستاویزات کا تمام کام وکیل سرانجام دیتا تھا۔

اہلِ دولت

سلطان کے بعد دربار میں امراء کو اہم حیثیت حاصل ہوتی تھی ۔یہ اہل دولت کہلاتے ۔ان کی آمدنی کے ذرائع وہ جاگیریں ہوتی تھیں جو سلطان انہیں عطا کرتا تھا۔یہ امراء سلطان کے معاون کی حیثیت رکھتے تھے۔امیر عام طور پر سلطان کے غلام یا خدمت گار کی حیثیت سے زندگی کا آغاز کرتا اور رفتہ رفتہ امیر کا درجہ حاصل کر لیتا۔ امیر کو خطابات مثلاً عماد الملک، نظام الملک ،قتلغ خان، الغ خان، صدر جہاں وغیرہ ملتے تھے۔ان خطابات کے ساتھ نشانات اور تنخواہیں یا جاگیریں وغیرہ بھی دی جاتی تھیں۔جاگیروں کو اقطاع کہتے۔یہ خطاب بہت وسیع ہوتے۔بعض اوقات پورا صوبہ اقطاع میں دے دیا جاتا' یہی اقطاع اصل میں ان کی آمدنی کا ذریعہ ہوتے تھے۔ امراء میں سب سے بڑا درجہ خان کا تھا۔اسے نو علم رکھنے کی اجازت تھی جبکہ امیر صرف تین علم رکھتا۔خان دس گھوڑے کا جلوس لے کر چل سکتا تھا اور امیر دو گھوڑے رکھتا تھا۔

(i) سلطان سے تعلق

امراء سلطان کا سہارا ہوتے تھے ۔علاء الدین خلجی کے زمانے میں امراء نے قوت حاصل کر لی تھی ۔ان کا ایک گروہ ”امیرانِ چہلگانی“ کہلاتا تھا۔غیاث الدین بلبن نے اس قوت کو بڑی بے دردی سے کچلا اور یہ انجمن توڑ دی اس کے بعد امراء نے قوت حاصل کر لی ۔سلاطین کے ابتدائی دور میں سب امراء ترک نسل سے تعلق رکھتے تھے۔بعد میں افغان بھی شامل ہوئے جو کابل اور حسن ابدال کے درمیانی علاقے سے آئے تھے۔سلطان فیروز شاہ نے انہیں بڑی اہمیت دی۔جب سلاطین نے مقامی لوگوں کے ساتھ شادیاں کرنا شروع کر دیں تو مقامی امراء بھی پیدا ہونا شروع ہو گئے۔

ii) ذاتی امور

امراء اپنی جاگیروں کو ٹھیکے پر دے دیتے اور ان کی آمدنی سے زندگی گزارتے ۔یہ بہت ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ رہتے ۔بیگمات، کنیزیں، خواجہ سرا، غلام، دربان اور دستر خوان پر لوگوں کا ہجوم غرض یہ کہ انہیں بھی سلطنت کی نعمتیں حاصل تھیں ۔وہ شاعروں اور موسیقاروں کی سرپرستی بھی کرتے ۔اکثر اہلِ فن اور ہنرمند اُن کی ڈیوڑھیوں سے وابستہ ہوتے تھے۔

اہلِ سعادت

مذہبی علماء دانشوروں، صوفیا اور سیدوں کا شمار اہلِ سعادت میں ہوتا تھا۔اہلِ دولت کے بعد یہ طبقہ اثر و رسوخ رکھتا تھا۔علما کو دستار بند اور سیدوں کو کلاہ دار کہا جاتا تھا۔یہ ان کے سرکاری لباس تھے۔سلاطین ان کے پاس بھی حاضر ہوتے تھے۔مثلاً سلطان بلبن ذاتی طور پر علما کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔علاء الدین خلجی نے علما کے فرائض مقرر کئے۔انہیں محکمہ قضاء، فتوے دینے اور مذہبی پیشوائی تک محدود کر دیا۔کبھی کبھی وہ صوفیا کی بھی دلجوئی کرتا لیکن سیاسی معاملات میں انہیں دخل نہ دینے دیتا۔علما کے ساتھ اس کا رویہ سرکاری عہدیداروں کی مانند تھا۔محمد تغلق کے ناکام منصوبوں کو دیکھ کر علما نے سرکاری معاملات میں رائے دینا شروع کی۔لیکن محمد تغلق کے نزدیک اُس دور کے علما کی اکثریت راستی سے دور اور اخلاق سے بیگانہ تھی ۔یہ لوگ سلطان کی خواہش کے مطابق اسلام کی مختلف تاویلات کر لیا کرتے تھے۔علما کے بعد سیّدوں کی معاشرے میں بہت عزت تھی۔بلبن انہیں معمولی عہدوں پر فائز نہیں کرتا تھا۔1398ء میں سید ایک قلیل عرصے کے لئے سلطنت پر قابض بھی ہو گئے تھے ۔دیگر مذہبی طبقوں میں صوفیا کا ایک طبقہ بھی تھا جو قناعت اور پاکیزگی کی تعلیم دیتا تھا۔ ہندوستان میں پہلے ہی گرو اور چیلے کا تصور موجود تھا۔مسلمانوں میں یہ پیر اور مرید کی شکل میں ظاہر ہوا۔رفتہ رفتہ صوفیا نے علما کا مقام حاصل کرنا شروع کر دیا۔جوگیوں کی طرح اُن کے پاس بھی پُر اسرار مظاہرے تھے' جن کی بنا پر سلاطین بھی ان کے پاس حاضر ہوتے تھے۔

۲۔ سلاطین دہلی کا فوجی نظام:

جواب:

سلطنتِ دہلی کے استحکام کا دارو مدار فوج پر تھا۔سلطان اپنی پوزیشن فوج ہی کے ذریعے مضبوط رکھتا تھا۔ وسط ایشیاء اور موجودہ افغانستان میں منگولوں کی حکومت قائم ہو چکی تھی اور برصغیر پاک و ہند کو ہر وقت شمال مشرق کی جانب سے منگولوں کے حملے کا خطرہ لاحق رہتا تھا۔اس لئے دفاعی نقطۂ نظر سے بھی مضبوط فوج کی ضرورت تھی۔ اُس زمانے میں برصغیر

BS NISHAT EDUCATION
0344-5515779, 03005371884,
051-2285833, 2285733
BS NISHAT EDUCATION

میں مسلمانوں کی آبادی بہت کم تھی اور ہندو اکثریت پر حکومت کرنے، انہیں قانون اور ضابطے کا پابند بنانے اور ان سے سرکاری واجبات وصول کرنے کے لئے بھی ایک مضبوط اور مستعد فوج کی ضرورت تھی۔ کبھی کبھی صوبائی گورنر بھی بغاوت پر آمادہ ہو جایا کرتے تھے۔ اس لئے ان کی سرکوبی کے لئے بھی سلطان ایک بڑی فوج رکھنے پر مجبور تھا۔

سلطان آئینی طور پر فوج کا سپہ سالار ہوا کرتا تھا۔ متعدد مواقع پر سلطان خود ہی فوج کی کمان کیا کرتا تھا۔ کبھی کبھی وہ اپنے کسی معتمد افسر کو بھی فوج کی کمان سونپ دیتا تھا۔ عارض ممالک محکمہ فوج کا سربراہ ہوتا تھا۔ وہ فوجی امور میں سلطان کا مشیر خاص سمجھا جاتا تھا۔ فوج میں بھرتی اور سپاہیوں کی تربیت عارض ممالک کے ذمہ تھی۔ وہی فوج کو اسلحہ اور رسد فراہم کرتا تھا۔ گھوڑوں کا معائنہ کرتا اور انہیں داغ لگاتا اور فوجی مہمات کی نگرانی کرتا تھا۔

منگولوں کے حملوں کی روک تھام کے لئے سلاطین دہلی نے دفاعی لائن قائم کی تھی۔ ملتان اور دیپالپور میں پہلی دفاعی لائن تھی اور سرہند اور سامانہ میں دوسری دفاعی لائن قائم کی گئی تھی۔ غازی ملک جو بعد میں غیاث الدین تغلق کے لقب سے تخت نشین ہوا اور بہلول لودھی جس نے لودھی خاندان کی بنیاد رکھی، پہلی اور دوسری لائنوں کے انچارج رہ چکے تھے۔ سلاطین عموماً فن حرب کے ماہرین کو پنجاب، ملتان اور سرہند کا گورنر مقرر کیا کرتے تھے۔

منگولوں کے حملوں کی روک تھام کے لئے پنجاب، ملتان اور سرہند کے صوبوں میں نئے قلعے تعمیر کئے گئے اور پرانے قلعوں کی مرمت کروائی گئی۔ ان قلعوں میں معقول تعداد میں سپاہی اور اسلحہ موجود رہتے تھے۔ مرکز میں فوج براہ راست سلطان کے ماتحت تھی اور صوبوں میں گورنر فوج کے سربراہ ہوا کرتے تھے۔ عہد سلطنت کے نامور سپہ سالاروں میں غازی ملک، الپ خان، ظفر خان، الغ خان، نصرت خان، ملک کافور اور بہلول لودھی کے نام قابل ذکر ہیں۔ اور دہلی سلطنت کے لئے ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ عہد سلاطین میں فوج مختلف شعبوں میں منقسم تھی۔

سوار فوج

سلطنتِ دہلی کی فوج کا اہم ترین اور موثر حصہ سواروں پر مشتمل تھا۔ اس زمانے میں کسی حکمران کی فوجی طاقت کا اندازہ اس کے شہسواروں کے دستوں سے لگایا جاتا تھا۔ جس حکمران کے پاس جتنے زیادہ شہسوار ہوتے، فوجی اعتبار سے اسے اتنا ہی مضبوط سمجھا جاتا تھا۔

جب کوئی گورنر باغی ہو جاتا یا کوئی بیرونی حملہ آور ملک میں داخل ہو جاتا تو سواروں کے دستے بڑی سرعت کے ساتھ موقع پر پہنچ جاتے۔ سواروں کی طرح گھوڑے بھی زرہ بکتر سے آراستہ ہوا کرتے تھے۔ ہر سوار کے پاس دو تلواریں، ایک خنجر، ایک اعلیٰ قسم کی ترکی کمان اور ترکش ہوا کرتا تھا۔ بسا اوقات ایک سوار کے پاس ایک سے زائد گھوڑے ہوا کرتے تھے۔ فوج کو اعلیٰ نسل کے گھوڑے فراہم کئے جاتے تھے، جن کی افزائش نسل اور نگہداشت کے لئے اصطبل موجود تھے۔ دہلی سلطنت میں شاہی اصطبلوں کا افسر اعلیٰ میر آخور کہلاتا تھا اور اس کا عہدہ بڑا اہم سمجھا جاتا تھا۔ ترک امراء اسے اپنا حق سمجھتے تھے۔ جب رضیہ سلطانہ نے ترک کی جگہ یاقوت نامی ایک حبشی کو میر آخور مقرر کیا تو ترک امراء نے اس کے خلاف بغاوت کر دی جونا خان، جو بعد میں محمد بن تغلق کے لقب سے تخت نشین ہوا، خسرو خان کے عہد میں میر آخور کے عہدہ پر فائز تھا۔

سلطنتِ دہلی میں، دہلی گھوڑوں کی تجارت کا اہم مرکز تھا۔ خراسان، ایران، عرب اور وسط ایشیا سے اچھی نسل کے گھوڑے یہاں فروخت کے لئے لائے جاتے تھے۔

پیادہ فوج

پیادہ فوج کے سپاہی پائک کہلاتے تھے۔ ان کی اہمیت اپنی جگہ مسلّم تھی۔ قلعوں کا محاصرہ کرنا، دشمنوں سے دست بدست لڑنے اور مفتوحہ علاقوں پر قیام امن کی ذمہ داری ان پر قائم ہوتی تھی۔ پیادہ فوج میں ہندی نژاد سپاہی بھی ہوا کرتے تھے، جو معمولی سے مشاہرے پر فوج میں شامل ہو جایا کرتے تھے۔ پیادہ فوجیوں کے لئے شمشیر زنی، نیزہ بازی، تیر اندازی سیکھنا لازمی تھا۔ یہ لوگ کمند ڈال کر قلعوں کے اوپر چڑھنے کے بھی ماہر ہوتے تھے اور شاہی محلات کے پہریدار اور شاہی خزانے کے محافظ پائک ہوا کرتے تھے۔

توپ خانہ

عام طور پر یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ گولہ بارود و توپوں کا استعمال سلطان التتمش کے عہد (1236ء۔1210ء) میں شروع ہوا تھا۔ لیکن اس زمانے کا یہ سامانِ حرب اس پایہ کا نہ تھا کہ اس کی مدد ہی سے جنگ جیتی جا سکے۔ سلطان علاء الدین خلجی نے رنتھمبور کے محاصرے (1300ء۔1299ء) کے دوران توپوں کا استعمال کیا تھا تا کہ ان کے بھاری پتھروں کی مدد سے قلعہ کی دیواروں کو توڑا جا سکے۔ زمین دوز راستے بنانا، ان میں سرنگیں بچھانا اور آتش گیر مادے سے بھر کر ان سب کو آگ لگا دینا تا کہ قلعے کی فصیل ٹوٹ جائے۔ یہ کارنامے علاء الدین خلجی کے زمانے میں بھی معلوم تھے۔ تیرہویں و چودھویں صدی کے سلاطین دہلی توپ خانہ کا استعمال عام طور پر دشمن کے قلعوں کے محاصرے کے وقت کیا کرتے تھے۔ پندرھویں صدی میں توپ خانے کے علم میں مزید ترقی ہوئی اور پہلے سے بہتر گولہ بارود توپیں بننے لگیں۔ یہ امر شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ 1498ء میں پرتگیزیوں کی ہندوستان آمد سے کافی پہلے یہاں پر توپ خانے کا خاصا استعمال سب کو معلوم تھا لیکن پھر بھی اس کی اہمیت بہت زیادہ نہ سمجھی جاتی تھی۔ ہندوستان میں بابر نے 1526ء میں توپ خانے کو معرکۂ پانی پت میں پہلی بار

BS NISHAT EDUCATION
0344-5515779, 03005371884
051-2285833, 2285733
BS NISHAT EDUCATION

کھلم کھلا میدانِ جنگ میں دانش مندی سے استعمال کیا تھا اور مغلیہ سلطنت کی بنیاد رکھنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔

جنگی ہاتھی

زمانہ قدیم میں برصغیر پاک و ہند میں ہاتھیوں کی بڑی اہمیت تھی اور ہندو راجے انہیں جنگوں میں استعمال کرتے تھے۔ راجہ پورس نے ہاتھیوں کی مدد سے سکندرِ اعظم کا مقابلہ کیا تھا۔ راجہ داہر بھی محمد بن قاسم کے مقابلے میں جنگی ہاتھی لایا تھا۔

محمود غزنوی اور سلاطین دہلی نے ہندو راجاؤں کے مقابلے کے لئے جنگی ہاتھیوں کے دستے تیار کئے اور ان کی دیکھ بھال کے لئے فیل خانے تعمیر کئے۔ ہاتھی کے ہودج میں سپاہی تیر کمان لے کر بیٹھ جاتے اور مخالفین پر تیروں کی بارش برسا دیتے۔ ہاتھی کی سونڈ کے ساتھ تلواریں باندھ دی جاتیں اور وہ سونڈ ہلا ہلا کر دشمنوں کو ہلاک کر ڈالتے تھے۔ وسط ایشیا سے آنے والے حملہ آوروں کو چونکہ اس سے قبل ہاتھیوں سے واسطہ نہیں پڑا ہوتا تھا اس لئے وہ خود اور ان کے گھوڑے بھی ہاتھیوں کو دیکھ کر خوفزدہ ہو جاتے تھے۔ ہاتھی دشمن کے سپاہیوں کو سونڈ میں لپیٹ کر ہوا میں اچھال کر زمین پر پٹک دیتے یا انہیں اپنے پاؤں تلے روند ڈالتے اس لئے جنگ کے دوران ہاتھیوں کی اہمیت مسلّم تھی۔ سلطان محمد بن تغلق کی فوج میں تین ہزار ہاتھی موجود تھے۔ جب فیروز شاہ تغلق نے بنگال کی طرف پیش قدمی کی تو اس کی فوج میں چار سو ستر ہاتھی شامل تھے۔ سلطان محمود شرقی والئی جون پور جب سلطان دہلی کے خلاف صف آرا ہوا تو اس کی فوج میں چودہ سو ہاتھی موجود تھے۔ سلطان ابراہیم لودھی بھی پانی پت کی پہلی لڑائی میں اپنا فیل خانہ بابر کے مقابلے میں لایا۔

فوجی سامان

فوجی سامان میں عام قسم کے اسلحے کے علاوہ منجنیقیں اور عرادے ہوا کرتے تھے۔ منجنیقوں کے ذریعے وزنی پتھر قلعوں کی دیواروں پر پھینکے جاتے تھے۔ عرادہ ایک طرح کی گاڑی ہوا کرتی تھی، جس سے میدانِ جنگ میں کام لیا جاتا تھا۔ یہ سامان لادنے کے علاوہ دشمنوں کی یلغار کو روکنے کے بھی کام آتی تھی۔ انہیں ایک دوسرے کے ساتھ باندھ کر ایک قطار میں کھڑا کر دیتے تھے۔ دشمنوں پر جلتا ہوا تیل (نفت) بھی پھینکا جاتا تھا وہ جہاں گرتا وہاں آگ لگا دیتا تھا۔ ہر فوج کے ساتھ ماہر جراح، طبیب اور جاسوس ہوا کرتے تھے فوج کے لئے راستہ صاف کرنے اور جنگل کاٹنے والے دستے بھی لشکر میں ہوا کرتے تھے۔

سلطنتِ دہلی میں فوج میں اعشاری نظام قائم تھا۔ دس سواروں پر ایک سرخیل، دس سرخیلوں پر ایک سپہ سالار، دس سپہ سالاروں پر ایک امیر اور دس امیروں پر ایک خان ہوتا تھا۔ بعد ازاں سپہ سالار، کمانڈر انچیف کے معنوں میں بھی استعمال ہونے لگا تھا۔

ابتدائے سلطنت میں فوجیوں کو نقد تنخواہ دینے کی بجائے چھوٹی سی جاگیر دے دی جاتی تھی' جو اقطاع کہلاتی تھی۔ اقطاع کی آمدنی سے اپنے ذاتی خرچ کے علاوہ گھوڑوں اور اسلحہ کا خرچ پورا کیا جاتا تھا۔ علاءالدین کے عہد تک اس نظام میں بڑی خرابی پیدا ہوگئی تھی' اس لئے اس نے نقد تنخواہ دینے کا اہتمام کیا۔ محمد بن تغلق نقد تنخواہ کے علاوہ فوجی وردی اور گھوڑوں کا خرچ بھی دیا کرتا تھا۔ فیروز شاہ تغلق نے جاگیریں دینے کا سلسلہ دوبارہ شروع کیا جو وقت گزرنے کے ساتھ موروثی ہوگیا۔

BS NISHAT EDUCATION
0344-5515779, 03005371884,
051-2285833, 2285733
BS NISHAT EDUCATION

BS NISHAT EDUCATION

0344-5515779, 03005371884,

051-2285833, 2285733

BS NISHAT EDUCATION